



وَإِنَّهُ لَتَذِكْرَةٌ لِّلْمُتَّقِينَ



اور یقیناً قرآن ایک نصیحت ہے پر ہیزگاروں کے لیے۔

تفسیر ابن کثیر

علامہ عبدالدین ابن کثیر

مترجم

مولانا محمد صاحب جوناگڑھی

الْحَاقَّةُ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

(۱) الْحَاقَّةُ

سچ بچ آنے والی

(۲) مَا الْحَاقَّةُ

کیا ہے حقیقتاً قائم ہونے والی

حاقہ قیامت کا ایک نام ہے اور اس نام کی وجہ یہ ہے کہ وعدہ و وعید کی حقیقت کا دن وہی ہے۔ اسی لئے اس دن کی ہولناکی بیان کرتے ہوئے فرمایا تم اس (حاقہ) کی صحیح کیفیت سے بے خبر ہو۔

وَمَا أَدْرَاكَ مَا الْحَاقَّةُ (۳)

اور تجھے کیا معلوم کہ وہ ثابت شدہ کیا ہے؟

پھر ان لوگوں کا بیان فرمایا جن جن لوگوں نے اسے جھٹلایا تھا اور پھر خمیازہ اٹھایا تھا۔

عاد و ثمود کا عذاب :

كَذَّبَتْ ثَمُودُ وَعَادٌ بِالْقَارِعَةِ (۴)

اس کھڑکا دینے والے کو ثمودیوں اور عادویوں نے جھٹلایا تھا

فَأَمَّا ثَمُودُ فَأَهْلِكُوا بِالطَّاغِيَةِ (۵)

جس کے نتیجے میں ثمودی تو بے حد خوفناک اور اونچی آواز سے ہلاک کر دیئے گئے۔

اللہ فرماتا ہے کہ ثمودیوں کو دیکھو ایک طرف تو فرشتوں کے دھاڑنے کی کلبجوں کو پاش کر دینے والی آواز آتی ہے دوسری جانب سے زمین میں غضبناکی کا بھونچال آتا ہے اور سب تہہ و بالا ہو جاتے ہیں۔

پس بقول حضرت قنابہ طاغیۃ کے معنی چنگھاڑ کے ہیں۔

اور مجاہد فرماتے ہیں کہ اس سے مراد گناہ ہیں یعنی وہ اپنے گناہوں کے باعث برباد کر دیئے گئے۔

ربیع رحمۃ اللہ ابن انس اور ابن زید کا قول ہے کہ اس سے مراد انگی سرکشی ہے۔ ابن زید نے اسکی شہادت میں یہ آیت پڑھی:

كَذَّبَتْ ثَمُودُ بِطَغْوَاهَا - إِذِ انبَعَثَ أَشْقَاهَا - فَقَالَ لَهُمْ رَسُولُ اللَّهِ نَاقَةُ اللَّهِ وَسُقْيَاهَا

فَكَذَّبُوهُ فَعَقَرُوهَا فَدَمْدَمَ عَلَيْهِمْ رَبُّهُم بِذَنبِهِمْ فَسَوَّاهَا

(91:11-14)

ثمودیوں نے اپنی سرکشی کے باعث جھٹلایا یعنی اونٹنی کی کوچیں کاٹ دیں۔ اور عادوی ٹھنڈی ہواؤں کے تیز جھونکھوں سے جنہوں نے ان کے دل چھید کر دیئے جس نہیں کر دیئے گئے۔

وَأَمَّا عَادٌ فَأَهْلِكُوا بِرِيحٍ صَرْصَرٍ عَاتِيَةٍ (۶)

اور عادوی بے حد تیز و تند ہوا سے غارت کر دیئے گئے۔

سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ سَبْعَ لَيَالٍ وَتَمَازِيَةَ أَيَّامٍ حُسُومًا فَتَرَى الْقَوْمَ فِيهَا صَرْعَى

كَأَنَّهُمْ أُعْجَازٌ نَّخْلٍ خَاوِيَةٍ (۷)

جوان پر برابر لگا تارسات رات اور آٹھ دن تک اللہ کے حکم سے چلتی رہی پس تو دیکھے گا کہ یہ

لوگ زمین پر اس طرح گر گئے جیسے کہ کھجور کے کھوکھلے تنے ہوں۔

یہ آندھیاں جو خیر و برکت سے خالی تھیں اور فرشتوں کے ہاتھوں سے نکلی جاتی تھیں برابر پے در پے لگا تارسات راتیں اور آٹھ دن تک چلتی رہیں ان دنوں میں ان کے لئے سوائے شحوت اور بادی کے اور کوئی بھلائی نہ تھی جیسے اور جگہ فرمایا: حضرت ربیع فرماتے ہیں کہ جمعہ کے دن سے یہ شروع ہوئیں تھیں بعض کہتے ہیں بدھ سے۔

ان ہواؤں کو عرب **اعجاز** اس لئے بھی کہتے ہیں کہ قرآن نے فرمایا ہے ان عادیوں کی حالتیں **اعجاز** یعنی کچھروں کے کھوکھلے تنوں جیسی ہو گئیں۔

دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ عموماً یہ ہوائیں جاڑوں کے آخر میں چلا کرتی ہیں۔

عجز کہتے ہیں آخر کو۔

اور یہ وجہ بیان کی جاتی ہے کہ عادیوں کی ایک بڑھیا ایک غار میں گھس گئی تھی جو ان ہواؤں سے آٹھویں روز وہیں تباہ ہو گئی۔ اور بڑھیا کو عربی میں **عجوز** کہتے ہیں واللہ اعلم۔

خاویہ کے معنی ہیں شراب سزاگنا کھوکھلا۔

مطلب یہ ہے کہ ہواؤں نے انہیں اٹھا اٹھا کر انا دے پٹھا۔ ان کے سر پھٹ گئے سروں کا تو چورا چورا ہو گیا اور باقی جسم ایسا رہ گیا جیسے کھجور کے درخت کا سراپتوں والا کاٹ کر ٹھنڈ رہنے دیا ہو۔

بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ فرماتے ہیں:

نَصِرْتُ بِالصَّبَا وَاهْلَكَتْ عَاذٌ بِالذَّبُّورِ

میری مدد کی گئی صبا کے ساتھ یعنی پروا ہوا کے ساتھ اور عادی ہلاک کئے گئے دبور سے یعنی پچھوا ہوا سے۔

فَهَلْ تَرَى لَهُم مِّنْ بَاقِيَةٍ (۸)

کیا ان میں سے کوئی بھی تجھے باقی نظر آ رہا ہے؟

فرعونوں اور پہلوں کی بربادی:

وَجَاءَ فِرْعَوْنُ وَمَنْ قَبْلَهُ وَالْمُؤْتَفِكَاتُ بِالْخَاطِئَةِ (۹)

فرعون اور اس سے پہلے کے لوگ اور جنکی بستیاں الٹ دی گئیں، انہوں نے بھی خطائیں کیں۔

فرمایا فرعون اور اس سے اگلے خطا کارنا فرمان رسول کا بھی یہی انجام ہوا۔

قَبْلَهُ کی دوسری قرأت **قَبْلَهُ** بھی ہے تو معنی یہ ہوں گے:

فرعون اور اس کے پاس اور ساتھ کے لوگ یعنی فرعون قبلی اور کفار وغیرہ۔

مؤتفکت سے مراد بھی پیغمبروں کی جھٹلانے والی اگلی امتیں ہیں۔

خاطنة سے مطلب معصیت اور خطائیں ہیں۔

فَعَصَوْا رَسُولَ رَبِّهِمْ فَأَخَذَهُمُ أَخَذَةَ رَبَّيَّةٍ (۱۰)

اور اپنے رب کے رسولوں کی نافرمانی کی باآخرا اللہ تعالیٰ نے انہیں بھی زبردست گرفت میں لے لیا۔

پس فرمایا ان میں سے ہر ایک نے اپنے اپنے زمانے کے رسول کی تکذیب کی جیسے اور جگہ فرمایا:

إِن كَلُّ إِلَّا كَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ عِقَابِ

(38:14)

ان سب نے رسولوں کی تکذیب کی اور ان پر عذاب آپہنچے۔

اور یہی بھی یاد رہے کہ ایک پیغمبر کا انکار کو یا تمام انبیاء کا انکار ہے جیسے قرآن فرماتا ہے:

كَذَّبَتْ قَوْمُ نُوحٍ الْمُرْسَلِينَ

كَذَّبَتْ عَادُ الْمُرْسَلِينَ

اور

كَذَّبَتْ ثَمُودُ الْمُرْسَلِينَ

قوم نوح نے عادیوں نے، ثمودیوں نے رسولوں کو جھٹلایا

حالانکہ سب کے پاس یعنی ہر ایک امت کے پاس ایک ہی رسول آیا تھا۔

یہی مطلب یہاں بھی ہے کہ انہوں نے اپنے رب کے پیغمبر کی نافرمانی کی۔ پس اللہ تعالیٰ نے انہیں سخت ترمہلک بڑی دردناک المناک یکڑ میر، یکڑ لسا۔

إِنَّا لَمَّا طَغَى الْمَاءُ حَمَلْنَاكُمْ فِي الْجَارِيَةِ (۱۱)

جب پانی میں طغیانی آگئی تو اس وقت ہم نے تمہیں کشتی میں چڑھا لیا،

اس کے بعد احسان جتاتا ہے کہ دیکھو جب نوح کی دعا کی وجہ سے زمین پر طوفان آیا اور پانی حد سے گذر گیا چاروں طرف ریل چل ہوئی نجات کی کوئی جگہ نہ رہی اس وقت ہم نے تمہیں کشتی میں چڑھا لیا۔

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں:

جب قوم نوح نے اپنے نبی کو جھٹلایا اور انکی مخالفت اور ایذا رسانی شروع کی اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں کی عبادت کرنے لگے اس وقت حضرت نوح نے نوح آ کر انکی ہلاکی کی دعا کی جسے اللہ تعالیٰ نے قبول فرمایا اور مشہور طوفان نوح نازل فرمایا جس سے سوائے ان لوگوں کے جو حضرت نوح کی کشتی میں سوار تھے روئے زمین پر کوئی نہ بچا۔ پس سب لوگ حضرت نوح کی نسل

اور آپ کی اولاد میں سے ہیں۔

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ پانی کا ایک ایک قطرہ باجائز اللہ تعالیٰ پانی کے داروئے فرشتے کے ناپ تول سے برستا ہے اسی طرح ہوا کا ہلکا سا جھونکا بھی بے ناپ تولے نہیں چلتا لیکن ہاں عادیوں پر جو ہوائیں چلیں اور قوم نوح پر جو طوفان آیا وہ تو بے حد اور بے شمار اور بغیر ناپ تول کے تھا اللہ تعالیٰ کی اجازت سے پانی اور ہوائی وہ زور باندھا کہ کہہ بان فرشتوں کی کچھ نہ چلی اسی لئے قرآن میں طغی الماء اور بریح صرصر عاتية کے الفاظ ہیں۔

اسی لئے اس اہم احسان کو اللہ تعالیٰ یاد دلار ہے ہیں کہ ایسے پرخطر موقع پر ہم نے تمہیں کشتی پر سوار کرا دیا تاکہ یہ کشتی تمہارے لئے نمونہ بن جائے چنانچہ آج بھی ویسی ہی کشتیوں پر سوار ہو کر سمندر کے لمبے چوڑے سفر کر رہے ہو جیسے اور جگہ ہے:

وَجَعَلَ لَكُمْ مِنَ الْفُلْكِ وَالْأَنْعَمِ مَا تَرْكَبُونَ لِيَسْتَوُوا عَلَىٰ ظُهُورِهِ ثُمَّ تَذْكُرُوا نِعْمَةَ رَبِّكُمْ
(43:12,13)

تمہاری سواری کے لئے کشتیاں اور چوپائے جانور بنائے تاکہ تم ان پر سواری کرو اور سوار ہو کر اپنے رب کی نعمت کو یاد کرو۔

اور جگہ بیان ہوا:

وَأَيُّهُ لَّهُمْ أَنَا حَمَلْنَا ذُرِّيَّتَهُمْ فِي الْفُلْكِ الْمَشْحُونِ
وَخَلَقْنَا لَهُمْ مِنْ مِثْلِهِ مَا يَرْكَبُونَ (36:41,42)

انکے لئے ایک نشان قدرت یہ بھی ہے کہ ہم نے انکی نسل کو بھری کشتی میں چڑھا لیا اور بھی ہم نے اس جیسی انکی سواریاں پیدا کر دیں۔

حضرت قتادہؒ نے اوپر کی اس آیت کا یہ مطلب بھی بیان کیا ہے کہ وہی کشتی نوحؑ باقی رہی یہاں تک کہ اس امت کے انگوٹھ نے بھی اسے دیکھا۔

لیکن زیادہ ظاہر مطلب پہلا ہی ہے۔

لِنَجْعَلَهَا لَكُمْ تَذْكِرَةً وَتَعِيَهَا أُنْثَىٰ وَاعِيَةٌ (۱۲)

کہ اسے تمہارے لئے نصیحت اور یادگار بنا دیں اور تاکہ یاد رکھنے والے کان اسے یاد رکھیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یہ اس لئے بھی کہ یاد رکھنے اور سننے والا کان اسے یاد کر لے اور محفوظ رکھے لے اور اس نعمت کو نہ بھولے یعنی صحیح سمجھے اور سچی سماعت والے عقل سلیم اور فہم مستقیم رکھنے والے جو اللہ تعالیٰ کی باتوں اور انکی نعمتوں سے بے پروا ہی اور لاابالی نہیں برتنے انکی ہندو نصیحت کا ایک ذریعہ یہ بھی بن گیا۔

ابن ابی حاتم میں ہے کہ حضرت مہولؒ فرماتے ہیں جب یہ الفاظ اترے تو حضور اکرمؐ نے فرمایا:

میں نے اپنے رب سے سوال کیا کہ وہ علی (کرم اللہ وجہہ) کو ایسا ہی بنا دے۔ چنانچہ حضرت علی فرمایا کرتے تھے رسول اللہ سے کوئی چیز سن کر پھر میں نے فراموش نہیں کی۔
یہ روایت ابن جریر میں بھی ہے لیکن مرسل ہے۔

صور کے پھونکنے کا وقت:

فَإِذَا نُفِخَ فِي الصُّورِ نَفْخَةٌ وَاحِدَةٌ (۱۳)

پس جب کہ صور میں ایک پھونک پھونکی جائے گی۔

قیامت کی ہولناکیوں کا بیان یہاں ہو رہا ہے۔ سب سے پہلی گھبراہٹ پیدا کرنے والی چیز صور کا پھونکا جانا ہوگا جس سے سب کے دل بل جائیں گے۔ پھر نوحہ پھونکا جائے گا۔ جس سے تمام زمین و آسمان کی مخلوق بے ہوش ہو جائے گی، مگر جسے اللہ تعالیٰ چاہے۔ پھر صور پھونکا جائے گا جس کی آواز سے تمام مخلوق اپنے رب کے کھڑی ہو جائے گی۔ یہاں اسی نوحہ کا بیان ہے۔

یہاں بطور تاکید کے یہ بھی فرما دیا کہ یہ اٹھ کھڑے ہونے کا نوحہ ایک ہی ہے اس لئے کہ جب اللہ تعالیٰ کا حکم حکم ہوگا پھر نہ تو اس کا خلاف ہو سکتا ہے نہ وہ ٹل سکتا ہے نہ دو بارہ فرمان کی ضرورت ہے اور نہ تاکید کی۔

وَحَمَلَتِ الْأَرْضُ وَالْجِبَالُ فَدُكَّتَا دَكَّةً وَاحِدَةً (۱۴)

اور زمین اور پہاڑ اٹھانے جائیں گے اور ایک ہی چوٹ میں ریزہ ریزہ ہو جائیں گے۔

فَيَوْمَئِذٍ وَقَعَتِ الْوَاقِعَةُ (۱۵)

اس دن ہو پڑنے والی (قیامت) ہو پڑے گی؟

وَأَنْشَقَّتِ السَّمَاءُ فَهِيَ يَوْمَئِذٍ وَاهِيَةٌ (۱۶)

اور آسمان پھٹ جائے گا اور اس دن بالکل بودا ہو جائے گا

یہاں اس کے ساتھ ہی فرمایا کہ زمین و آسمان اٹھانے جائیں گے اور کھال کی طرح پھیلا دیے جائیں گے اور زمین بدل دی جائے گی اور قیامت واقع ہو جائے گی۔

حضرت علی فرماتے ہیں کہ آسمان پر کھلنے کی جگہ سے پھٹ جائے گا جیسے سورہ نبا میں ہے:

وَفُتِحَتِ السَّمَاءُ فَكَانَتْ أَبْوَابًا (78:19)

آسمان کھول دیا جائے گا اور اس میں دروازے دروازے ہو جائیں گے۔

ابن عباس فرماتے ہیں آسمان میں سوراخ اور غار پڑ جائیں گے اور شق ہو جائے گا۔ عرش اسکے سامنے ہوگا فرشتے اسکے کناروں پر ہوں گے جو کنارے اب تک ٹوٹے نہ ہوں گے اور دروازوں پر ہوں گے آسمان کی لمبائی میں پھیلے ہوئے ہوں گے اور زمین والوں کو دیکھ رہے ہوں گے۔

وَالْمَلِكُ عَلَىٰ أَرْجَائِهَا اسکے کناروں پر فرشتے ہوں گے

وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَمَانِيَةَ (۱۷)

اور تیرے پروردگار کا عرش اس دن آٹھ فرشتے اپنے اوپر اٹھائے ہوئے ہوں گے۔

فرمایا قیامت والے دن آٹھ فرشتے اللہ تعالیٰ کا عرش اپنے اوپر اٹھائے ہوئے ہوں گے۔

پس یا تو مراد عرش عظیم کا اٹھانا ہے یا اس عرش کا اٹھانا مراد ہے جس پر قیامت کے دن اللہ تعالیٰ لوگوں کے فیصلے کے لئے ہوگا واللہ اعلم بالصواب۔

عرش اٹھانے والے فرشتے:

ابن ابی حاتم کی مرفوع حدیث میں ہے:

مجھے اجازت دی گئی ہے کہ میں تمہیں عرش کے اٹھانے والے فرشتوں میں سے ایک فرشتے کی نسبت خبر دوں کہ اسکی گردن اور کان کے نیچے تک کی لو کے درمیان اتنا فاصلہ ہے کہ اڑنے والا پرند سات سو سال تک اڑتا چلا جائے۔

اسکی اسناد بہت عمدہ ہیں اور اس کے سب راوی ثقہ ہے۔

اسے امام ابو داؤد نے بھی اپنی سنن میں روایت کیا ہے کہ رسول اللہ نے اسی طرح فرمایا۔

يَوْمَئِذٍ تُعْرَضُونَ لَا تَخْفَىٰ مِنْكُمْ خَافِيَةٌ (۱۸)

اس دن تم سب سامنے پیش کئے جاؤ گے، تمہارا کوئی بھی پوشیدہ نہ رہے گا۔

فرمایا قیامت کے روز تم اس اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش کئے جاؤ گے جو پوشیدہ کو اور ظاہر کو بخوبی جانتا ہے۔ جس طرح کھلی سے کھلی چیز کا وہ عالم ہے اسی طرح چھپی سے چھپی چیز کو بھی وہ جانتا ہے۔ اسی لئے فرمایا کہ تمہارا کوئی بھی پوشیدہ نہ سکے گا۔

حضرت عمر بن خطاب کا قول ہے:

لوگو! اپنی جان کا حساب کر لو اس سے پہلے کہ تم سے حساب لیا جائے اور اپنے اعمال کا آپ اندازہ کر لو اس سے پہلے کہ ان اعمال کا وزن کیا جائے تاکہ کل قیامت والے دن تم پر آسانی ہو جس دن کہ تمہارا پورا پورا حساب لیا جائے گا اور بڑی پوشی میں خود اللہ جل شانہ کے سامنے پیش کر دیئے جاؤ گے۔

مسند احمد میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

يُعْرَضُ النَّاسُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ثَلَاثَ عَرَضَاتٍ، فَأَمَّا عَرَضَتَانِ فَجِدَالٌ وَمَعَاذِيرٌ،

وَأَمَّا الثَّلَاثَةُ فَعِنْدَ ذَلِكَ تَطْيِيرُ الصُّحُفِ فِي الْأَيْدِي فَأَخَذُ بِيَمِينِهِ وَأَخَذُ بِشِمَالِهِ

قیامت کے دن لوگ تین مرتبہ اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش کئے جائیں گے پہلی اور دوسری بار تو عذر معذرت اور جھگڑا منٹا کرتے رہیں گے، لیکن تیسری پیشگی جو آخری ہوگی اس وقت نامہ اعمال اڑا لے جائیں گے کسی کے دائیں ہاتھ میں آئے گا اور کسی کے بائیں ہاتھ میں۔

یہ حدیث ابن ماجہ میں بھی ہے۔

حضرت عبداللہ کے قول سے بھی یہ روایت ابن جریر میں مروی ہے اور حضرت قتادہ سے بھی اس جیسی روایت مرسل مروی ہے۔

جن کو نامہ اعمال دائیں ہاتھ میں ملے گا:

فَأَمَّا مَنْ أُوتِيَ كِتَابَهُ بِيَمِينِهِ فَيَقُولُ هَؤُلَاءِ أَقْرَبُوا كِتَابِيَةَ (۱۹)

جو جسے اس کا اعمال نامہ اسکے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا تو وہ کہنے لگے گا کہ لو میرا نامہ اعمال پڑھو۔

یہاں بیان ہو رہا ہے کہ جن خوش نصیب لوگوں کو قیامت کے دن انکے اعمال نامے انکے دائیں ہاتھ میں دیئے جائیں گے وہ سعادت مند حضرات بے حد خوش ہوں گے اور جوش مسرت میں بے ساختہ ہر ایک سے کہتے پھریں گے کہ میرا نامہ اعمال تو پڑھو اور یہ اس لئے کہ کہ جو گناہ بشریت ان سے ہو گئے تھے وہ بھی انکی توبہ کی وجہ سے نامہ اعمال میں سے منادینے گئے ہیں اور نہ صرف منادینے گئے ہیں بلکہ انکی بجائے نیکیاں لکھ دی گئی ہیں۔ پس یہ سراسر نیکیوں کا نامہ اعمال ایک ایک کو پورے سرور اور سچی خوشی سے دکھاتے پھرتے ہیں۔

عبدالرحمن بن زید فرماتے ہیں (آھا) کے بعد لفظ (نوم) زیادہ ہے لیکن ظاہر بات یہ ہے کہ **هانوم** معنی میں **ہاکم** کے ہے۔

حضرت ابو عثمان فرماتے ہیں کہ چپکے سے حجاب میں مومن کو اس کا نامہ اعمال دیا جائے گا جس میں اسکے گناہ لکھے ہوئے ہوں گے وہ اسے پڑھتا ہوگا اور ہر ایک گناہ پر اس کے ہوش اڑا جاتے ہوں گے۔ چہرے کی رنگت ٹھیک پڑ جاتی ہوگی اتنے میں اسکی نگاہ اپنی نیکیوں پر پڑ جائے گی جب انہیں پڑھنے لگے گا تب ذرا چین آئے گا۔ ہوش و ہواس درست ہوں گے اور چہرہ کھل جائے گا۔ پھر نظریں جما کر پڑھے گا تو دیکھے گا کہ اسکی برائیاں بھی بھلائیوں سے بدل دی گئی ہیں۔ ہر برائی کی جگہ بھلائی لکھی ہوئی ہے۔ اب تو اسکی باچھیں کھل جائیں گی اور خوشی سے نکل کھڑا ہوگا اور جو بھی ملے گا اس سے کہے گا کہ ذرا میرا نامہ اعمال تو پڑھو۔

حضرت نظارہ جنہیں فرشتوں نے انکی شہادت کے بعد غسل دیا تھا انکے پوتے حضرت عبداللہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو قیامت والے دن اپنے سامنے کھڑا کریگا اور اسکی برائیاں اسکے نامہ اعمال کی پشت پر لکھی ہوئی ہوں گی جو اس پر ظاہر کی جائیں گی اور اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا کہ بتا کیا تو نے یہ اعمال کئے ہیں؟ وہ اقرار کرے گا کہ ہاں بے شک اللہ تعالیٰ یہ برائیاں مجھ سے ہوئی ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرمائے گا دیکھ میں نے دنیا میں تجھے رسوا نہیں کیا نہ فضیحت کی اب یہاں بھی میں تجھ سے درگزر کرتا ہوں اور تیرے تمام گناہوں کو معاف کرتا ہوں۔ جب یہ اس سے فارغ ہوگا تب اپنا نامہ اعمال لے کر بادل شاد ایک ایک کو دکھاتا پھرے گا۔

حضرت عمرؓ والی صحیح حدیث جو پہلے بیان ہو چکی ہے جس میں ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اپنے بندے کو اپنے پاس بلائے گا اور اس سے اس کے گناہوں کی بابت پوچھے گا کہ فلاں گناہ کیا؟ فلاں گناہ کیا؟ وہ اقرار کرے گا یہاں تک کہ سمجھ لے گا کہ اب میں ہلاک ہوا۔ اس وقت جناب باری عزاسمہ فرمائے گا کہ اے میرے بندے دنیا میں میں نے تیری ان برائیوں پر پردہ چال رکھا تھا۔ اب آج تجھے کیا رسوا کروں؟ جا میں نے تجھے بخش دیا۔

پھر اسکا نامہ اعمال اسکے دائیں ہاتھ میں دیا جاتا ہے۔ جس میں صرف نیکیاں ہی نیکیاں ہوتی ہیں۔ لیکن کافروں اور منافقوں کے بارے میں تو کواہ پکارا رشتے ہیں کہ یہ لوگ وہ ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ کہا۔ لوگو! سنو ان ظالموں پر اللہ تعالیٰ کی پھنکا رہے۔

إِنِّي ظَنَنْتُ أَنِّي مُلَاقٍ حِسَابِيهِ (۲۰)

مجھے تو کامل یقین تھا کہ مجھے اپنا حساب ملنا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ دابنے ہاتھ کے نامہ اعمال والا کہتا ہے کہ مجھے تو دنیا میں ہی یقین کامل تھا کہ یہ حساب کا دن قطعاً آنے والا ہے جیسے اور جگہ فرمایا:

الَّذِينَ يَظُنُّونَ أَنَّهُمْ مُلَاقُوا رَبِّهِمْ (2:46)

انہیں یقین تھا کہ یہ اپنے رب سے ملنے والے ہیں۔

فَهُوَ فِي عِيشَةٍ رَاضِيَةٍ (۲۱)

پس وہ ایک خاطر خواہ زندگی میں ہوگا۔

فِي جَنَّةٍ عَالِيَةٍ (۲۲)

بلند و بالا جنت میں۔

فرمایا انکی جزا یہ ہے کہ یہ پسندیدہ اور دل خوش کن زندگی پائیں گے اور بلند و بالا بہشت میں رہیں گے جس کے محلات اونچے اونچے ہوں گے جس کی حوریں قبول صورت اور نیک سیرت ہوں گی وہ گھر نعمتوں کے بھر پور خزانے ہوں گے اور یہ تمام نعمتیں نہ ملنے والی نہ ختم ہونے والی بلکہ کمی سے بھی محفوظ ہوں گی۔

ایک شخص نے رسول اللہ سے سوال کیا کہ یا رسول اللہ! کیا اونچے نیچے مرتبے والے جنتی آپس میں ایک دوسرے سے ملاقاتیں بھی کریں گے؟ آپ نے فرمایا:

ہاں بلند مرتبے کے لوگ کم مرتبے کے لوگوں کے پاس ملاقات کے لئے اتر آئیں گے اور خوب محبت و اخلاص کے ساتھ سلام مصافحے اور آداب بھگت ہوگی ہاں البتہ نیچے والے بہ سبب اپنے اعمال کی کمی کے اوپر نہ چڑھیں گے۔

ایک اور صحیح حدیث میں ہے:

إِنَّ الْجَنَّةَ مِائَةٌ دَرَجَةٍ مَا بَيْنَ مَا بَيْنَ كُلِّ دَرَجَتَيْنِ كَمَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ

جنت میں ایک سو درجے ہیں ہر دو درجوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا زمین و آسمان میں۔

قُطُوفَهَا دَانِيَةٌ (۲۳)

جس کے میوے جھکے پڑتے ہوں گے۔

فرماتا ہے کہ اس کے پھل نیچے نیچے ہوں گے۔

حضرت براہ بن عازب فرماتے ہیں کہ اس قدر جھکے ہوئے ہوں گے کہ جنتی اپنے چہرہ کھٹ پر لیٹے ہی لیٹے ان میوؤں کو توڑ لیا کریں گے۔

رسول اللہ فرماتے ہیں:

ہر ایک جنتی کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک لکھا ہوا پروانہ ملے گا جس میں لکھا ہوا ہوگا

اللہ تعالیٰ رحمن اور رحیم کے نام سے شروع۔ یہ پروانہ ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے فلاں شخص کے لئے جو فلاں کا بیٹا ہے اسے بلند و بالا جھکی ہوئی شاخوں اور لدے پھندے ہوئے خوشوں والی خوش کو ارجنت میں جانے دو۔ طبرانی بعض روایتوں میں ہے یہ پروانہ پل صراط پر حوالہ کر دیا جائے گا۔

كُلُوا وَاشْرَبُوا هَنِيئًا بِمَا أَسْلَفْتُمْ فِي الْأَيَّامِ الْخَالِيَةِ (۲۴)

(ان سے کہا جائے گا) کہ کھاؤ پیو۔ ہنیا پچتا اپنے ان اعمال کے بدلے جو تم نے گزشتہ زمانے میں کئے۔

فرمایا انہیں بہ طور احسان اور مزید لطف و کرم کے زبانی بھی کھانے پینے کی رخصت مرحمت ہوگی اور کہا جائے گا کہ یہ تمہاری نیک اعمالیوں کا بدلہ ہے۔

اعمال کا بدلہ کہنا صرف بطور لطف و کرم ہے ورنہ صحیح حدیث میں ہے کہ حضور اکرم فرماتے ہیں:

اعْمَلُوا وَسَدِّدُوا وَقَارِبُوا، وَاعْلَمُوا أَنَّ أَحَدًا مِنْكُمْ لَنْ يُدْخِلَهُ عَمَلُهُ الْجَنَّةَ

عمل کرتے جاؤ سیدھے اور قریب قریب رہو اور جان رکھو کہ صرف اعمال جنت میں لے جانے کے لئے کافی نہیں۔
لوگوں نے عرض کیا، حضور اکرم آپ کے اعمال بھی نہیں؟ فرمایا:

وَلَا أَنَا إِلَّا أَنْ يَتَّعَمَدَنِي اللَّهُ بِرَحْمَةٍ مِنْهُ وَفَضْلٍ

نہ میرے ہاں یہ اور بات ہے کہ اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم اور اسکی رحمت شامل حال ہو۔

جن کو نامہ اعمال بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا:

وَأَمَّا مَنْ أُوْتِيَ كِتَابَهُ بِشِمَالِهِ فَيَقُولُ يَا لَيْتَنِي لَمْ أُوتَ كِتَابِيهِ (۲۵)

لیکن جسے اس کے اعمال کی کتاب اسکے بائیں ہاتھ میں دی جائے گی،

وَلَمْ أَدْر مَا حِسَابِيهِ (۲۶)

وہ تو کہے گا کہ کاش کہ مجھے میری کتاب دی ہی نہ جاتی۔

يَا لَيْتَهَا كَانَتْ الْقَاضِيَةَ (۲۷)

اور میں اپنے حساب کی کیفیت جانتا ہی نہیں۔

یہاں گنہگاروں کا حال بیان ہو رہا ہے کہ جن خوش نصیب لوگوں کو میدان قیامت میں انہیں انکا نامہ اعمال انکے بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا یہ نہایت پریشان و پریشیمان ہوں گے اور حسرت و افسوس سے کہیں گے کاش کہ ہمیں اعمال نامہ ملتا ہی نہیں اور کاش کہ ہم اپنے حساب کی اس کیفیت سے آگاہ ہی نہ ہوتے، کاش کہ موت نے ہی ہمارا کام ختم کر دیا ہوتا۔ اور یہ دوسری زندگی ہمیں ملتی ہی نہیں۔ جس موت سے دنیا میں بہت ہی گھبراتے تھے آج اسی کی آرزو کریں گے۔

مَا أَعْنَى عَنِّي مَالِيهِ (۲۸)

کاش کہ موت میرا کام ہی تمام کر دیتی۔

هَلْكَ عَنِّي سُلْطَانِيهِ (۲۹)

میرے مال نے بھی مجھے کچھ نفع نہ دیا۔

خُذُوهُ فَعُلُوهُ (۳۰)

میرا غلبہ بھی مجھ سے جاتا رہا (حکم ہوگا) اسے پکڑ لو پھر اسے طوق پہنا دو۔

ثُمَّ الْجَحِيمِ صَلْوُهُ (۳۱) پھر اسے دوزخ میں ڈال دو۔

کہیں گے کہ ہمارے مال و جاہ نے بھی آج ہمارا ساتھ چھوڑ دیا اور ہماری ان چیزوں نے بھی یہ عذاب ہم سے نہ بٹائے
تو ہماری ذات پر یہ وبال آپڑے نہ کوئی مددگار ہمیں نظر آتا ہے نہ بچاؤ کی کوئی صورت دکھائی دیتی ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ
فرشتوں کو حکم دے گا کہ اسے پکڑ لو اور اسکے گلے میں طوق ڈال دو اور اسے جہنم میں لے جاؤ اور اس میں پھینک دو۔

حضرت منہال ابن عمر فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کو سنتے ہی کہ اسے پکڑو ستر ہزار فرشتے اسکی طرف لپکیں گے جن
میں سے اگر ایک فرشتہ کو بھی اس طرح اللہ تعالیٰ حکم کرے تو ایک چھوڑ ستر ہزار لوگوں کو پکڑ کر جہنم میں پھینک دے۔

ثُمَّ فِي سِلْسِلَةٍ ذُرْعُهَا سَبْعُونَ ذِرَاعًا فَاسْلُكُوهُ (۳۲) پھر اسے ایسی زنجیر میں جس کی پیمائش ستر گز کی ہے جکڑ دو۔

حضرت فضیل بن عیاض فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے صادر ہوتے ہی ستر ہزار فرشتے اسکی طرف غصہ سے دوڑیں
گے جن میں ہر ایک دوسرے پر سہقت کر کے چاہے گا کہ اسے میں طوق پہناؤں۔ پھر اسے جہنم کی آگ میں غوطہ دینے کا حکم ہو
گا۔ پھر ان زنجیروں میں جکڑا جائے گا جنکا ایک حلقہ بقول حضرت کعب اعبار کے دنیا بھر کے لوہے کے برابر ہوگا۔

مسند احمد کی مرفوع حدیث میں ہے کہ اگر کوئی بڑا سا پتھر آسمان سے پھینکا جائے تو زمین پر وہ ایک رات میں آجائے لیکن اگر اسی
کو جہنم والوں کے باندھنے کی زنجیر کے سرے پر سے چھوڑا جائے تو دوسرے سرے تک پہنچنے میں چالیس سال لگ جائیں گے۔
یہ حدیث ترمذی میں بھی ہے اور امام ترمذیؒ اسے حسن بتلاتے ہیں۔

اللہ پر ایمان اور مسکین کو کھانا کھلانا:

إِنَّهُ كَانَ لَأُؤْمِنُ بِاللَّهِ الْعَظِيمِ (۳۳) بے شک یہ اللہ تعالیٰ بزرگ و برتر پر ایمان نہ رکھتا تھا۔

وَلَا يَحْضُ عَلَى طَعَامِ الْمَسْكِينِ (۳۴) اور مسکین کو کھلانے پر رغبت نہ دیتا تھا۔

فرمایا کہ یہ اللہ تعالیٰ پر ایمان نہ رکھتا تھا نہ مسکین کو کھلا دینے کی کسی کو رغبت دیتا تھا یعنی نہ تو اللہ تعالیٰ کی اطاعت و عبادت
کرتا تھا نہ اللہ کی مخلوق کے حق ادا کر کے اسے نفع پہنچاتا تھا۔

اللہ تعالیٰ کا حق تو مخلوق پر ہے کہ اسکی توحید کو مانیں اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں اور بندوں کا آپس میں ایک دوسرے پر حق یہ ہے کہ ایک دوسرے سے احسان و سلوک کریں اور بھٹلے کاموں میں آپس میں ایک دوسرے کو مدد پہنچاتے رہیں اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ان دونوں حقوق کو عموماً ایک ساتھ بیان فرمایا جیسے نماز پڑھو اور زکوٰۃ دو اور نبی اکرمؐ نے انتقال کے وقت میں ان دونوں کو ایک ساتھ بیان فرمایا کہ نماز کی حفاظت اور اپنے ماتحتوں کے ساتھ نیک سلوک کرو۔

فَلَيْسَ لَهُ الْيَوْمَ هَاهُنَا حَمِيمٌ (۳۵)

پس آج اسکا نہ کوئی دوست ہے

وَلَا طَعَامٌ إِلَّا مِنْ غِسْلِينٍ (۳۶)

اور نہ سوائے پیپ کے اسکی کوئی غذا ہے۔

لَا يَأْكُلُهُ إِلَّا الْخَاطِئُونَ (۳۷)

جسے گنہگاروں کے سوا کوئی نہیں کھاتا۔

فرماتا ہے کہ یہاں پر آج کے دن اسکا کوئی خالص دوست ایسا نہیں نہ کوئی قریبی رشتہ دار یا سفارشی ایسا ہے کہ اسے اللہ تعالیٰ کے عذابوں سے بچا سکے اور نہ اسکے لئے کوئی غذا ہے سوائے بدترین مڑی بھسی بے کار چیز کے جسکا نام **غسلین** ہے۔ یہ جہنم کا ایک درخت ہے اور ممکن ہے کہ اسی کا دوسرا نام **زقوم** ہوا ہو **غسلین** کے یہ معنی بھی کئے گئے ہیں کہ جہنم والوں کے بدن سے جو خون اور پانی بہتا ہے وہ ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ انکی پیپ وغیرہ۔

قرآن کلام الہی ہے:

فَلَا أَقْسِمُ بِمَا تُبْصِرُونَ (۳۸)

پس مجھے قسم ہے ان چیزوں کی جنہیں تم دیکھتے ہو۔

وَمَا لَنَا تَبْصِرُونَ (۳۹)

اور ان چیزوں کی جنہیں تم نہیں دیکھتے

اللہ تعالیٰ قسم کھاتا ہے اپنی مخلوق میں سے اپنی ان نشانیوں کی قسم کھا رہا ہے جنہیں لوگ دیکھ رہے ہیں۔ اور انکی بھی جو لوگوں کی نگاہوں سے پوشیدہ ہیں اس بات پر کہ قرآن کریم اسکا کلام اور اسکی وحی ہے جو اس نے اپنے بندے اور اپنے برگزیدہ رسول پر اتاری ہے۔ جسے اس نے ادائے امانت اور تبلیغ رسالت کے لئے پسند فرمایا ہے۔

إِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ (٤٠)

کہ بے شک یہ قرآن بزرگ رسول اللہ کا قول ہے۔

رسول کریم سے مراد حضرت محمد مصطفیٰ ہیں اسکی اضافت حضور اکرم کی طرف اس لئے کی گئی کہ اس کے مبلغ اور پہنچانے والے آپ ہی ہیں اسی لئے لفظ رسول لائے کیونکہ رسول اللہ تو پیغام اپنے بھیجنے والے کا پہنچاتا ہے۔ گوزبان اسکی ہوتی ہے لیکن کہا ہوا بھیجنے والے کا ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سورہ بکوہ پر میں اسکی نسبت اس رسول سے کی گئی ہے جو فرشتوں میں سے ہیں فرمان ہے:

إِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ - ذِي قُوَّةٍ عِنْدَ ذِي الْعَرْشِ مَكِينٍ - مُطْعَمٌ تَمَّ أَمِينٍ (21-81:19)

یہ قول اس بزرگ رسول کا ہے جو قوت والا اور مالک عرش کے پاس رہنے والا ہے وہاں اسکا کھانا جاتا ہے اور ہے بھی وہ امانتدار۔

اس سے مراد جبرئیل علیہ السلام ہیں اسی لئے اسکے بعد فرمایا:

وَمَا صَحَّبَكُمْ مَجْنُونٍ - وَلَقَدْ رَءَاهُ بِالْأَفْقِ الْمُبِينِ - وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِينٍ

وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَيْطَانٍ رَجِيمٍ (25-81:22)

تمہارے ساتھی یعنی محمد مجنون (دیوانے) نہیں بلکہ آپ نے حضرت جبرئیل کو انکی اصلی صورت میں صاف کناروں پر دیکھا بھی ہے اور وہ پوشیدہ علم پر بخیل بھی نہیں۔ نہ یہ شیطان رجیم کا قول ہے۔

وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ قَلِيلًا مَّا تُوْمِنُونَ (٤١)

یہ کسی شاعر کا قول نہیں (افسوس) تمہیں بہت کم یقین ہے۔

وَلَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ قَلِيلًا مَّا تَذَكَّرُونَ (٤٢)

اور نہ کسی کاہن کا قول ہے؛ افسوس بہت کم نصیحت لے رہے ہو۔

تَنْزِيلٌ مِّن رَّبِّ الْعَالَمِينَ (٤٣)

(یہ تو) رب العالمین کا اتارا ہوا ہے۔

اسی طرح یہاں بھی ارشاد ہوتا ہے کہ نہ تو شاعر کا کلام ہے نہ کاہن کا قول ہے۔ البتہ تمہارے ایمان میں اور نصیحت حاصل کرنے میں کمی ہے۔ پس کبھی تو اپنے کلام کی نسبت رسول انسی کی طرف کی اور کبھی رسول ملکی کی طرف اس لئے کہ یہ اسکے پہنچانے والے لائے والے اور اس پر امین ہیں ہاں دراصل کلام کس کا ہے؟ اسے بھی ساتھ ہی ساتھ بیان فرما دیا کہ یہ اتارا ہوا رب العالمین کا ہے۔

حضرت عمر بن الخطابؓ اپنے اسلام لانے سے پہلے کا اپنا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ میں آپؐ کے پاس گیا دیکھا کہ آپؐ مسجد حرم میں پہنچ گئے ہیں۔ میں بھی گیا اور آپؐ نے سورہ حاقہ شروع کی جسے سن کر مجھے اس پیاری نشست الفاظ اور بندش مضامین اور فصاحت بلاغت پر تعجب آنے لگا آخر میں میرے دل میں خیال آیا کہ قریش ٹھیک کہتے ہیں کہ یہ شخص شاعر ہے۔ ابھی میں اسی خیال میں تھا کہ آپؐ نے یہ آیتیں تلاوت کیں:

إِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ - وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ قَلِيلًا مَّا تُؤْمِنُونَ

یہ قول رسول کریم کا ہے شاعر کا نہیں تم میں ایمان ہی کم ہے۔

تو میں نے خیال کیا اچھا شاعر نہ سہی کاہن تو ضرور ہے ادھر آ کی تلاوت میں یہ آیت آئی کہ:

وَلَا يَقُولُ كَاهِنٌ قَلِيلًا مَّا تَذَكَّرُونَ

یہ کاہن کا قول بھی نہیں تم نے نصیحت ہی کم لی ہے۔

اب آپؐ پڑھتے چلے گئے یہاں تک کہ پوری سورت ختم کی۔

فرماتے ہیں کہ یہ پہلا موقع تھا کہ میرے دل میں اسلام پوری طرح گھر کر گیا اور روٹکھے روٹکھے میں اسلام کی سچائی گھس گئی۔ پس یہ بھی منجملہ ان اسباب کے جو حضرت عمرؓ کے اسلام لانے کا باعث ہوئے ایک خاص سبب ہے۔

رسول کو قرآن میں کمی بیشی کا اختیار نہیں:

وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْأَقَاوِيلِ (٤٤)

اور اگر یہ ہم پر کوئی بھی بات بنا لیتا

لَأَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِينِ (٤٥)

تو البتہ ہم اس کا داہنا ہاتھ پکڑ کر

ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِينَ (٤٦)

پھر اسکی رگ دل کاٹ دیتے۔

فَمَا مِنْكُمْ مِّنْ أَحَدٍ عَنْهُ حَاجِزِينَ (٤٧)

پھر تم میں سے کوئی بھی اس سے روکنے والا نہ ہوتا۔

یہاں بھی فرمان ہو رہا ہے کہ جس طرح تم کہتے ہو اگر فی الواقع ہمارے یہ رسول ایسے ہوتے کہ ہماری رسالت میں کچھ کمی بیشی کر ڈالتے یا ہماری نہ کہی ہوئی بات ہمارے نام سے بیان کر دیتے تو یقیناً اسی وقت ہم انہیں بدترین سزا دیتے، یعنی اپنے دائیں ہاتھ سے اسکا دایاں ہاتھ تمام کر اسکی وہ رگ کاٹ ڈالتے جس پر دل مطلق ہے اور کوئی ہمارے اس کے درمیان بھی نہ آسکتا کہ اسے بجانے کی کوشش کرے۔

پس مطلب یہ ہوا کہ حضور اکرمؐ سچے پاکباز رشد و ہدایت والے ہیں اسی لئے اللہ تعالیٰ نے زبردست تبلیغی خدمت آپ کو سونپ رکھی ہے اور اپنی طرف سے بہت سے زبردست معجزے اور آپ کے صدق کی بہترین بڑی بڑی نشانیاں آپ کو عنایت فرما رکھی ہیں۔

قرآن نصیحت ہے:

وَإِنَّهُ لَتَذِكْرَةٌ لِّلْمُتَّقِينَ (٤٨)

یقیناً یہ قرآن پرہیزگاروں کے لئے نصیحت ہے۔

فرمایا یہ قرآن متقیوں کے لئے تذکرہ ہے۔ جیسے اور جگہ ہے:

فَلْهُوَ لِلَّذِينَ ءَامَنُوا هُدًى وَشِفَاءً وَالَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ فِي ءَاذَانِهِمْ وَقْرٌ وَهُوَ عَلَيْهِمْ عَمًى

کہہ دو یہ قرآن تو ایمان داروں کے لئے ہدایت اور شفا ہے اور بے ایمان تو اندھے بہرے ہیں ہی۔

وَإِنَّا لَنَعْلَمُ أَنَّ مِنْكُمْ مُّكَذِّبِينَ (٤٩)

ہمیں پوری طرح معلوم ہے کہ تم میں سے بعض اسکے جھٹلانے والے ہیں۔

وَإِنَّهُ لَحَسْرَةٌ عَلَى الْكَافِرِينَ (٥٠)

بے شک یہ جھٹلانا کافروں پر حسرت ہے۔

پھر فرمایا باوجود اس صفائی اور کھلے حق کے ہمیں بخوبی معلوم ہے کہ تم میں سے بعض اسے جھوٹا بتلاتے ہیں یہ تکذیب ان لوگوں کے لئے قیامت کے دن باعث حسرت و افسوس ہوگی۔

یا یہ مطلب ہے کہ یہ قرآن اور اس پر ایمان حقیقاً کفار پر حسرت کا باعث ہوگا جیسے اور جگہ فرمایا:

كَذٰلِكَ سَلٰكُنَا فِيْ قُلُوْبِ الْمُجْرِمِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ (201,200:26)

اسی طرح ہم اسے گنہگاروں کے دلوں میں اتارتے ہیں کہ وہ اس پر ایمان نہیں لاتے۔

اور جگہ فرمایا:

وَحِيلَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ مَا يَشْتَهُونَ (34:54)

اور ان میں اور انکی خواہش میں حجاب ڈال دیا گیا ہے۔

وَإِنَّهُ لَحَقُّ الْيَقِينِ (۵۱)

اور بے شک و شبہ یہ یقینی حق ہے۔

فرمایا یہ خیر بالکل سچ حق اور بے شک و شبہ ہے۔

فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيمِ (۵۲)

پس تو اپنے بزرگ پروردگار کی پاکی بیان کر۔

پھر اپنے نبی اکرمؐ کو حکم دیتا ہے کہ اس قرآن کے نازل کرنے والے رب عظیم کے نام کی بزرگیاں اور پاکیزگیاں بیان کرتے رہو۔



© Copy Rights:
Zahid Javed Rana, Abid Javed Rana
Lahore, Pakistan
www.quran4u.com